Fikr-o-Nasar (Islamabad) 39:2 (2001)

حجۃ اللہ البالغہ
(مخطوطات، طباعت، تخریج، حواشی، تراجم)

نورالحسن راشد کاندھلوی ☆

ایک رائے ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے معتبر قلمی نسخے کم دستیاب ہیں، مگر یہ درست نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی اکثر اہم کتابوں کے معتبر و مستند نسخے ہندو پاکستان کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں جس میں سے بعض نسخے شاہ صاحب کے صاحبزادگان (حضرت شاہ عبدالعزیز شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر رحمہم اللہ) کے قلم سے ہیں۔ چند نسخے خانوادۂ ولی اللہ کے اور ممتاز علماء حضرت شاہ محمد اسحاقؒ وغیرہ کے لکھے ہوئے ہیں اور چند اہم تالیفات کے وہ نسخے بھی اب تک موجود ہیں جن پر حضرت شاہ صاحب کے دستخط ثبت ہیں اور کچھ نسخے ایسے ہیں جنہیں حضرت شاہ صاحب نے اپنے شاگردوں کو پڑھایا ہے اور ان نسخوں پر حضرت شاہ صاحبؒ کے اجازت نامے بھی موجود ہیں۔ چند نسخے مؤلف کی نقل ہیں اور کچھ نسخے ایسے بھی ہیں جو حضرت شاہ صاحب کے بچپن کے دوست، تعلیم کے ساتھی، ممتاز ترین خلیفہ، عزیز ترین مکتوب الیہ، اور شاہ صاحب کی متعدد علمی تحریرات و مولفات خصوصاً حجۃ اللہ البالغہ کی تصنیف کے داعی و محرک حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کے قلم سے ہیں جو (ناچیز کے خیال میں) نسخہ مصنف کے قائم مقام ہیں۔ ایسی ہی دستیاب تالیفات میں حجۃ اللہ بھی شامل ہے۔

چوں کہ حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ اور خانوادہ ولی اللّٰہی کے علماء کے نصاب اور معمولات درس میں شامل رہی ہے اور ہر دور میں اس کی قرأت و اجازت کا ثبوت ملتا ہے اس لیے قرین قیاس ہے کہ اس کے بیسیوں معتبر نسخے اور نقلیں تیار کی گئی ہوں گی جن

☆ مدیر سہ ماہی احوال و آثار و مجلہ صحیفۂ نور۔ مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ ضلع مظفر نگر یو-پی (انڈیا)

میں سے متعدد اہم نسخے اگرچہ گم نام و بے نشان اور ضائع ہو چکے ہیں تاہم اس وقت تک بھی حجۃ اللہ کے متعدد نسخے موجود ہیں جن میں سے تین یا چار بہت ممتاز اور بنیادی اہمیت کے حامل ہیں، چند نسخے ایسے بھی ہیں کہ اگرچہ ان کی خاص اہمیت اور امتیاز نہیں ہے تاہم قلمی نسخوں کے تعارف اور متن کی نئی تدوین و تحقیق کے وقت ان سے بھی استفادہ ضروری ہے۔ مندرجہ تمام نسخوں کا کسی قدر تعارف آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

حجۃ اللہ کی اوّلیں اشاعت پر درج مولانا محمد احسن نانوتوی کا حاشیہ (اس وقت تک معلوم) پہلا حاشیہ ہے، مولانا محمد احسن کی حجۃ اللہ کو شائع کرنے کی کوشش کچھ ایسی مبارک ثابت ہوئی کہ حجۃ اللہ عرب و عجم بلکہ مغرب میں بھی جا پہنچی اور ہر طرف اس کی خدمت شروع ہوگئی، حجۃ اللہ البالغہ ہندوستان کے بعد سب سے پہلے مصر میں چھپی اور اس کے بعد حجۃ اللہ کی تخریج، شروح، ترجموں اور تلخیصات کا طویل سلسلہ شروع ہوگیا جو اب تک جاری ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ حجۃ اللہ کے منجملہ شروحات اور ترجموں وغیرہ کے جو چند حاشیے یا ترجمے وغیرہ مجھے معلوم ہیں ان کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

جب (حجۃ اللہ البالغہ کے سب سے پہلے ناشر اور حاشیہ نگار) مولانا محمد احسن نانوتوی (وفات رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ، مارچ ۱۸۹۵ء) نے حجۃ اللہ البالغہ چھاپنے کا ارادہ کیا اور اس کے نسخوں کی تلاش و جستجو کی، اس وقت مولانا کو چار نسخے ملے تھے، مولانا محمد احسن نے ان نسخوں کے مالکان کے نام لکھے ہیں مگر ان نسخوں کا تعارف درج نہیں کیا۔ اگرچہ مولانا احسن کی تحریر سے نہ ان کی خصوصیات و امتیازات کا علم ہوتا ہے، نہ سن کتابت وغیرہ کا، مگر یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ چاروں نسخے مل کر بھی ہمہ پہلو مکمل نہ تھے، کسی نسخہ میں کچھ کمی تھی۔ دوسرے میں کچھ اور! مولانا احسن نے چاروں نسخوں سے مقابلہ کر کے حجۃ اللہ کا متن مرتب کیا تھا مگر پھر بھی مولانا کو بعض مقامات پر اطمینان نہیں ہوا تھا، جس کی مولانا نے حاشیہ میں صراحت کر دی ہے چوں کہ مولانا محمد احسن کی تحریر میں مذکورہ نسخوں کا تعارف درج نہیں، اس لیے یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ اس وقت دریافت نسخوں میں کوئی نسخہ ایسا بھی ہے جو مولانا محمد احسن نانوتوی کا ماٴخذ اور حجۃ اللہ البالغہ کی سب سے پہلی اشاعت کی اساس رہا ہو۔

تاہم مولانا محمد احسن کے مآخذ اور طبع اوّل کی بنیاد جو نسخے تھے ان سے قطع نظر، حجۃ اللہ کے آٹھ قلمی نسخے اس وقت تک معلوم اور موجود ہیں، ان میں سے ایک نسخہ (جو خاصا متعارف ہے) حضرت شاہ ولی اللہ کی حیات کا لکھا ہوا ہے (وفات ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ شنبہ ۲۰راگست ۱۷۶۲ء) ایک اور نسخہ حضرت شاہ صاحب کی وفات کے چند سال بعد ۱۱۸۳ھ میں لکھا گیا تھا۔ ایک اہم نسخہ حضرت شاہ محمد اسحاق کے دستِ مبارک کا ہے، چوتھا نسخہ وہ ہے جو عرصہ تک مولانا عبیداللہ سندھی (جو آخری دور میں فکر ولی اللہی کے سب سے بڑے ماہر اور رمز شناس تھے) کے مطالعہ میں رہا ہے، چار نسخے اور ہیں جن میں سے دو پر سنِ کتابت درج ہے اور دو نسخوں پر سنِ کتابت بلکہ کاتب کا نام بھی نہیں، تفصیلات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ نسخہ خالد اسحٰق صاحب کراچی۔ مکتوبہ ۱۱۸۹ھ جسے شاہ صاحب نے پڑھایا ہے۔

حجۃ اللہ کا سب سے پرانا اور اہم ترین نسخہ وہ ہے جو حضرت شاہ صاحب کے ایک شاگرد اور مسترشد کریم؟ نے حضرت شاہ عبدالعزیز کے سنِ ولادت ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء) میں نقل کیا تھا، یہ نسخہ اس وجہ سے بھی کہ یہ حجۃ اللہ کا سب سے پرانا معلوم نسخہ ہے کم اہم نہیں تھا مگر اس نسخہ کی ایک اور بڑی خصوصیت جس نے اس کی معنویت اور قدر و قیمت میں بہت اضافہ کر دیا ہے یہ ہے کہ ناقل نے اس نسخہ میں ۱۱۶۲ھ میں حضرت شاہ صاحب سے پڑھا بھی ہے۔ تعلیم و قرأت کی شعبان ۱۱۶۳ھ (جولائی اگست ۱۷۴۹ء) میں تکمیل ہوئی تھی، پہلے صفحہ پر اس طرح صراحت ہے:

''پیش حضرت شیخ مصنف، بطریق تعلم شروع نمودہ شد۔اللہ سبحانہ توفیق اتمام دہد و تحقق بایں علوم میسر کناد''۔

اور نسخہ کے اختتام پر تحریر ہے:

''تم الکتاب حجۃ اللہ البالغہ بیدالفقیر الحقیر کریم''

ہر کہ خواند دعا طمع دارم　　زانکہ من بندہ گنہ گارم

درسنہ ۱۱۵۹ھ ہجری المقدس

اسی صفحہ پر دوسری جگہ لکھا ہے:

''تا شعبان ۱۱۶۲ھ تا آخر پیش حضرت مرشد خواندہ شدہ اللہ تعالیٰ تحقق میسر کند''

یہ نسخہ عمدہ خط میں ۸/۲۳-۱۸ سائز کے دو سو تہتر (۲۷۳) اوراق پر مشتمل ہے، جس میں پہلے پچھتر ورق نسخ میں ہیں اور ورق چھہتر سے آخر تک نستعلیق میں لکھے گئے ہیں۔ یہ نسخہ حضرت شاہ صاحب کے عہد سے آج تک کہاں کہاں رہا۔ کچھ معلوم نہیں۔ حیرت ہے کہ اس نسخہ پر اور کاتب نسخہ کے علاوہ کسی کے دستخط، مہر یا کوئی ایسی تحریر ثبت نہیں جس سے اس کے پچھلے مالکان یا کسی مالک کے متعلق علم ہو سکے۔ یہ نسخہ گذشتہ تقریباً چالیس سال سے پاکستان کے نامور ماہرِ قانون جناب خالد اسحاق صاحب کی ملکیت اور ان کی ذاتی لائبریری کی زینت ہے۔ اس نسخہ پر جو واحد مہر ثبت ہے وہ خالد اسحاق لائبریری کی ہے، اس لیے اب اس نسخہ کو نسخۂ خالد اسحاق کراچی کے نام سے یاد کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نسخۂ کراچی کے دیکھنے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ نسخہ حضرت شاہ صاحب کے ابتدائی مسودہ کی نقل ہے۔ اس میں جگہ جگہ عبارتیں قلم زد کی گئی ہیں ایک آدھ سطر سے چار چھ سطروں تک اور بہت سے مقامات پر آدھا صفحہ پون صفحہ بلکہ پورا یا ڈیڑھ یا پونے دو صفحہ مسلسل قلم زد کیے گئے ہیں، کہیں کہیں عبارتیں بالکل محو کی گئی ہیں، بیشتر مقامات پر قلم زد عبارت پڑھی جا سکتی ہے، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ناقل کریم نے اپنا نسخہ حضرت مصنف کے ابتدائی مسودہ سے نقل کیا تھا مگر درس کے وقت جب یہ نسخہ حضرت شاہ صاحب کے حضور پڑھا گیا تو حضرت شاہ صاحب نے اس میں کثرت سے ترمیم کرائی، جو عبارتیں غیر ضروری یا زائد تھیں وہ حذف کرا دیں اور چند عبارتوں سے یہ بھی خیال ہوتا ہے اس سلسلہ میں حضرت مصنف کی رائے میں تبدیلی ہو گئی تھی اس لیے پرانے نظریہ پر قلم پھیر دیا۔ اسی شان سے پورے نسخہ کی تعلیم و قرأت مکمل ہوئی اور حضرت شاہ صاحب نے جس متن کو باقی رکھا تھا، حجۃ اللہ کے دیگر ناقلین نے اس کو بنیاد بنایا ہے۔

یہ تو بڑی تصحیحات کی کیفیت تھی اس کے علاوہ کلمات یا فقروں کی تصحیح بھی کثرت سے ہے جو کہیں کہیں متن میں اور کثرت سے حاشیوں پر کی گئی ہے، اس تصحیح کی فراوانی کا یہ عالم ہے کہ شاید کوئی صفحہ ان تصحیحات سے خالی ہو۔ نیز چند صفحات دوبارہ یا مکرر بھی نقل ہو گئے ہیں اور وہاں حاشیہ پر مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے قلم سے اس کی صراحت بھی درج ہے۔

نیز اس نسخہ سے یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ حجۃ اللہ میں ترمیم و اضافہ کا سلسلہ بعد تک جاری رہا اور کئی ایسے مباحث اور ابواب جو ابتدائی متن میں نہیں تھے بعد میں وقتاً فوقتاً اضافہ کیے گئے تھے مثلاً زیر تعارف نسخہ (مکتوبہ محمد کریم ۱۱۵۹ھ) میں مبحث اول کا باب ''سر التکلیف'' موجود نہیں اور مبحث خامس (مبحث البر والاثم) میں باب طبقات الاثم سے آخر تک کے مباحث نہیں، گویا یہ ابواب و مباحث ابتدائی مسودہ میں شامل نہیں تھے، بعد میں اضافہ کیے گئے ہیں اور شاید اسی وجہ سے حجۃ اللہ کے کل ابواب کا شمار اس تعداد سے زیادہ ہو گیا ہے جس کا حضرت مصنف نے مقدمہ کتاب میں اظہار فرمایا ہے۔

اس نسخہ کی نقل میں بہ ظاہر تین قلم استعمال ہوئے ہیں، پہلے پچھتر ورق نسخ میں ہیں جن کی تحریر عمدہ نہیں ہے اس کے بعد سے آخر تک نستعلیق میں ہے، اس میں بھی دو علیحدہ قلم کارفرما محسوس ہوتے ہیں، ایک کی تحریر کمزور اور ہلکی ہے دوسرا قلم رواں اور پختہ ہے، یہی محمد کریم کا قلم ہے۔ حاشیہ پر درج کلمات اور فقروں کی تصحیح میں بھی دو قلم استعمال ہوئے ہیں، جن میں سے ایک محمد کریم کا معلوم ہوتا ہے، دوسرے کی تعیین مشکل ہے، ممکن ہے یہ حضرت شاہ صاحب کا قلم ہو مگر اس کی صراحت نہیں۔

۲۔ نسخہ پیر جھنڈا، حیدر آباد، کراچی۔ مکتوبہ ۱۱۸۳ھ

یہ نسخہ شیخ محمود بن محمد سندھی پلیچہ نے نقل کیا ہے اس کی کتابت ۹/رجب ۱۱۸۳ھ (نومبر ۱۷۶۹ء) کو مکمل ہوئی، یہ نسخہ ایک سو چوالیس (۱۴۴) اوراق پر مشتمل، عمدہ خط میں صحیح نسخہ ہے۔ ترقیمۂ کاتب درج ذیل ہے:

" وقع الفراغ من تحرير حجة الله البالغه بعد العشاء الآخر، ليلة الخميس، تاسع شهر رجب الفود الحرام، سنة ۱۱۸۳ ھ ثلاث و ثمانين و مائة بعد الالف من الهجرة، على صاحبها افضل الصلوات و اشرف التسليمات.

على يد، احوج العباد الى ربه المعبود، مسكين محمود الملقب بالطاهر بن محمود، پليچه كهڈى عفى الله عنه و رحمه"

یہ نسخہ مولانا عبیداللہ سندھی کے مطالعہ میں رہا ہے اور سندھ کے نامور عالم اور شیخ

مولانا محب اللہ (پیر جھنڈا) کے شہرہ آفاق کتب خانہ میں تھا،[۲] اب اس کتب خانہ کا خاصا حصہ نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی میں منتقل ہو گیا ہے، یہ نسخہ بھی غالباً وہیں ہوگا۔

۳۔ نسخہ حضرت شاہ محمد اسحاق محدثؒ

یہ نسخہ اگرچہ سنِ کتابت کی وجہ سے پیر جھنڈا کے نسخہ سے مؤخر ہے مگر بلند مرتبہ کاتب کی وجہ سے نسخۂ مصنف کے بعد اور تمام نسخوں سے ممتاز اور فائق ہے۔ یہ نسخہ حضرت شاہ محمد اسحاق کے قلم کا لکھا ہوا ہے اور صحت و تحقیق میں تمام معلوم نسخوں پر فوقیت رکھتا ہے، یہ نسخہ کتب خانہ حرم، مکہ معظمہ میں محفوظ تھا۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے مکہ معظمہ قیام کے زمانہ میں اس نسخہ سے خاص استفادہ کیا تھا اور اس سے اپنے نسخہ کی تصحیح کی تھی۔ مولانا سندھی کے کئی مستقدین اور شاگردوں نے مولانا کے حوالہ سے اس نسخہ کا ذکر کیا ہے۔[۳] بلکہ یہ شواہد بھی ملتے ہیں کہ مولانا سندھی نے حجۃ اللہ البالغہ کا ایک نسخہ شاہ محمد اسحاق کے نسخہ کے مطابق مرتب کر کے شائع کرا دیا تھا، تفصیل آئندہ صفحات میں موجود ہے۔

۴۔ نسخہ خدا بخش-پٹنہ

خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی حجۃ اللہ البالغہ کا ایک نسخہ ہے جو حضرت شاہ محمد اسحٰق کے نسخہ کا تقریباً معاصر ہے، اس نسخہ کی ۱۲-ربیع الاوّل ۱۲۴۰ھ (۴رنومبر ۱۸۲۴ء) کو کتابت مکمل ہوئی، جس کی کاتب نے ان الفاظ میں صراحت کی ہے:

> "تمت تمام شد این کتاب بموجب فرمائش جناب منشی محمد حسن دام اقباله، بتاریخ دوازدهم ماه ربیع الثانی سنه ۲۲ جلوسی، مطابق ۱۲۴۰ هجری".

یہ نسخہ درمیانہ پیائش کے دو سو ستاون (۲۵۷) اوراق پر مشتمل ہے، عمدہ پاکیزہ نستعلیق میں لکھا ہوا ہے، تمام حاشیوں پر جدول کھینچی ہوئی ہے، قلم خوبصورت اور باریک ہے۔ کاتب کا نام درج نہیں مگر یہ صراحت ہے کہ یہ نسخہ منشی محمد حسن کے لیے نقل کیا گیا تھا۔

مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری فرماتے ہیں کہ یہ نہایت صحیح نسخہ ہے۔ اس نسخہ

کا مکمل مائیکروفلم اور عکس حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کے یہاں موجود ہے، راقم نے دیکھا ہے۔[۴]

۵۔ نسخہ کاکوری، مکتوبہ ۱۲۶۸ھ

حجۃ اللہ کا ایک نسخہ خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری (لکھنؤ) میں محفوظ ہے۔ اس نسخہ کا تعارف دستیاب نہیں مگر خانوادۂ کاکوری کی ممتاز شخصیت مولانا شاہ مجتبیٰ حیدر صاحب نے راقم سطور کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ یہ نسخہ ۱۲۶۸ھ (۵۲-۱۸۵۱ء) کا لکھا ہوا ہے۔

۶۔ نسخہ برلن، بلا سنہ کتابت

جرمنی کی قومی لائبریری (DEUTSHE STAATBIBLIOTHEK) برلن میں بھی حجۃ اللہ کا ایک نسخہ محفوظ ہے، یہ نسخہ نستعلیق میں صاف ستھرا لکھا ہوا ہے، مگر اس پر کاتب کا نام سنہ کتابت یا کوئی اور ایسی عبارت تحریر نہیں جس سے اس نسخہ کے عہد تحریر اور ہندوستان سے برلن تک اس کے سفر پر کچھ روشنی پڑتی ہو اس نسخہ کے آخری صفحہ پر ایک ناقص سی عبارت صفحہ کے آخر کے کونہ پر لکھی ہوئی ہے۔ برائے مولوی عبد بر مکان میاں قلندر بخش اجرت نقل پانژدہ روپے۔ بہ ظاہر یہ نسخہ اسپرنگر (ALOYS-SPRENGER) کے ذخیرۂ کتب کا ہے جو اسپرنگر کے مملوکہ سینکڑوں مخطوطات کے ساتھ ہندوستان سے برلن منتقل ہوا، ممکن ہے کہ یہ نسخہ خود اسپرنگر نے نقل کرایا ہو جس کو کتابیں نقل کرانے اور خریدنے کا خاص شوق تھا۔

یہ نسخہ اگرچہ حجۃ اللہ کے دونوں حصوں پر مشتمل ہے، مگر مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حصے ناقص ہیں۔ پہلے حصہ میں کچھ ابواب رہ گئے ہیں اور دوسرے حصہ میں مسائل شتّی کے بعد کے مباحث رہ گئے ہیں۔

نسخہ برلن، فل اسکیپ سائز کے پانچ سو انتالیس (۵۳۹) صفحات پر مشتمل ہے۔ دو صفحات اس کے بعد لکھے ہوئے ہیں جن میں سے پہلے صفحہ پر وہ ناتمام عبارت درج ہے جو اوپر نقل کی گئی۔ فی صفحہ پچیس سے ستائیس تک سطریں ہیں، پورا نسخہ قلم کی یکسانیت کی وجہ سے لائق تعریف ہے مگر افسوس ہے کہ اغلاط سے محفوظ نہیں۔ اس نسخہ کا مکمل فوٹو اسٹیٹ

مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری (دارالعلوم، دیوبند) کے ذخیرہ میں موجود ہے۔[۵]

۷۔ نسخہ دہلی، ذخیرہ مولانا فرید ابوالحسن فاروقی بلا سنہ

حجۃ اللہ کا ایک نسخہ دہلی میں خانقاہ مرزا مظہر جان جاناں کے سجادہ نشین مولانا فرید ابوالحسن فاروقی کے کتب خانہ میں ہے، یہ نسخہ (اندازاً) تیرہویں صدی ہجری (۱۹ ویں صدی عیسوی) کا لکھا ہوا ہے، اس پر سن کتابت اور کاتب وغیرہ کا نام موجود نہیں۔ یہ نسخہ ایک سو پچھتر اوراق پر مشتمل ہے۔

۸۔ نسخہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، بلا سنہ

یہ نسخہ اگرچہ دریافت نسخوں میں سب سے بعد کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر اس کی خصوصیت جو اس کو پہلے دو نسخوں (نسخۂ مصححہ حضرت شاہ ولی اللہ اور مکتوبہ حضرت شاہ محمد اسحاقؒ) کے علاوہ اور تمام نسخوں سے ممتاز کرتی ہے، یہ ہے کہ یہ نسخہ برسوں تک مولانا عبید اللہ سندھی کی تحویل اور مطالعہ میں رہا ہے۔

اس نسخہ پر کاتب کا نام اور سنہ کتابت وغیرہ درج نہیں مگر اس کے حاشیوں پر کثرت سے مولانا سندھی کے قلم سے افادات درج ہیں اور اس نسخہ سے ملحق ایک سادہ ورق پر مولانا سندھی کی ایک تحریر بھی موجود ہے جس میں مولانا سندھی نے حجۃ اللہ کے لیے اپنی سندیں لکھی ہیں، جن میں سے ایک سند شیخ عبدالستار بن شیخ عبدالوہاب دہلوی مکی سے ہے۔ شیخ عبدالستار کو حضرت شاہ محمد اسحاق کی صاحبزادی محترمہ خدیجہ سے حجۃ اللہ کی اجازت ہے اور خدیجہ کو اپنے والد بزرگ وار حضرت شاہ محمد اسحاقؒ سے۔[۷]

یہ نسخہ تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور اس پر مولانا کے اس طرح دستخط ثبت ہیں:

"عبیداللہ بن الاسلام"

المکۃ المعظمہ (کذا)

حارۃ الباب ۔ ۱۵؍رجب ۱۳۵۳ھ (۱۲-۱۳؍اکتوبر ۱۹۳۴ء)

یہ نسخہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے، راقم نے دیکھا ہے۔

چند اور نسخے

خیال یہ ہے کہ حجۃ اللہ کے محولہ بالا نسخوں کے علاوہ اور بھی متعدد اہم اور قابل ذکر نسخے مختلف ذاتی اور قومی لائبریریوں، مدرسوں اور خانقاہوں کے کتب خانوں میں موجود ہوں گے جو ہنوز غیر متعارف ہیں۔ مگر ہمارے بہت کم دینی علمی ذخیرے ایسے ہیں جن کی فہرستیں عموماً مرتب اور دستیاب ہوں، متعدد بڑے کتب خانے اور قابل قدر خزانے ایسے ہیں کہ اگر ان سے استفادہ کی اجازت ہو اور ان کی فہارس چھپ جائیں تو ان سے ایک دنیا کو فائدہ ہو مگر ان خزانوں سے استفادہ تو دور، اکثر کے دروازے بھی نہیں کھلتے اور متعدد کی قلمی فہرستیں بھی موجود نہیں اور بعض ذخیروں کے مالکان کو خود بھی خبر نہیں کہ ان کی مملوکہ کتابوں میں کیسے کیسے لعل و گہر چھپے ہوئے پڑے ہیں۔ تاہم اگر تلاش کیا جائے تو امید ہے کہ حجۃ اللہ اور حضرت صاحب کی اہم تصانیف کے کئی نسخے ایسے دریافت ہوں گے جو ایک مآخذ اور نادر تحفہ ثابت ہوں گے۔

نسخہ دیو بند

دریافت نسخوں کے تذکرہ کے بعد ایک ایسے نسخے کا ذکر جو چند سال پہلے تک موجود تھا مگر اب اس کا سراغ نہیں ملتا۔ یہ نسخہ کتب خانہ دار العلوم دیو بند میں موجود تھا اور حضرت شاہ عبد العزیز کے شاگرد مولانا امیر حیدر حسینی بلگرامی[۸] (وفات ۱۲۱۷ھ) کی ملکیت میں رہ چکا تھا اور اس کے پہلے صفحہ پر مولانا امیر حیدر کے قلم سے حضرت شاہ عبد العزیز کا حجۃ اللہ البالغہ کے متعلق ایک گرامی نامہ بھی درج تھا جس میں حضرت شاہ عبد العزیز نے حجۃ اللہ کے اسرار دین و شریعت میں بے مثال اور امت میں پہلی مفصل تالیف ہونے کا ذکر فرمایا ہے، حضرت شاہ صاحب نے یہ گرامی نامہ ۲ر ذی قعدہ ۱۲۱۳ھ (اپریل ۱۷۹۹ء) میں تحریر فرمایا تھا اور مکتوب الیہ نے اس خط کو اس نسخہ پر نقل کر کے محفوظ کر دیا تھا۔

یہ نسخہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی (وفات ربیع الاول ۱۴۰۹ھ ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۸ء) نے کتب خانہ دارالعلوم میں دیکھا تھا اور اسی نسخہ کے حوالہ سے شاہ عبد العزیز کا مذکورہ گرامی نامہ حضرت شاہ صاحب کے تبرکات و مکتوبات میں نقل کیا ہے،[۹] مگر دارالعلوم

دیو بند کی فہرست مخطوطات میں اس نسخہ کا اندراج اور تعارف شامل نہیں۔(۱۰)

قاہرہ اور رام پور میں حجۃ اللہ کے قلمی نسخے

حجۃ اللہ کے نسخوں کے تذکرہ میں ڈاکٹر زبید احمد صاحب نے لکھا ہے کہ حجۃ اللہ کا ایک ایک قلمی نسخہ قاہرہ اور رام پور میں بھی ہے۔(۱۱) ڈاکٹر زبید احمد کے حوالہ سے مولانا غلام احمد مصطفیٰ قاسمی صاحب(۱۲) اور متعدد اصحاب نے بھی یہی لکھ دیا ہے کہ حجۃ اللہ کا ایک ایک قلمی نسخہ قاہرہ اور رام پور میں بھی ہے، مگر یہ اطلاع صحیح نہیں۔

ڈاکٹر زبید احمد صاحب نے اس کے لیے کتب خانہ خدیوی مصر قاہرہ اور رام پور لائبریری کی قدیم فہرست کا حوالہ دیا ہے، مگر اس اطلاع میں کچھ سہو ہوا، کتب خانہ خدیوی(۱۳) اور رام پور کی فہرست مرتبہ حکیم اجمل خاں میں حجۃ اللہ کی کسی قلمی نسخے کا ذکر اور اندراج نہیں ہے،(۱۴) دونوں کتب خانوں کی مذکورہ فہرستوں میں جس نسخہ کا ذکر ہے وہ حجۃ اللہ کی پہلی اشاعت مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ ہے، ان فہرستوں میں قلمی نسخوں کا نام و نشان بھی نہیں نیز رضا لائبریری رام پور کے بعد کے اضافوں اور فہرستوں میں بھی حجۃ اللہ کے قلمی نسخہ کا تذکرہ شامل نہیں ہے،(۱۵) لہذا یہ اطلاع صحیح نہیں۔

قلمی نسخوں کے تذکرہ کے بعد حجۃ اللہ کی پہلی طباعت اور بعد کی اشاعتوں کا تعارف مناسب ہو گا۔

حجۃ اللہ البالغہ کی طباعت شاہ عبدالعزیزؒ کی کوشش

حجۃ اللہ کی دستیاب سب سے پہلی طباعت مطبع صدیقی بریلی کی ہے، مگر یہ حجۃ اللہ شائع کرنے کی پہلی کوشش نہیں تھی حجۃ اللہ کی طباعت کی سب سے پہلی تحریک حضرت شاہ عبد العزیز کی حیات (وفات شوال ۱۲۳۹ھ ۶، جون ۱۸۲۴ء) میں ہوئی تھی بلکہ (غالباً) شاہ صاحب کے اشارہ پر اس کا ارادہ کیا گیا تھا، اس اشاعت کے لیے حجۃ اللہ کا نسخہ بھی حضرت شاہ عبد العزیز نے خود فراہم کیا تھا، تمام تفصیلات دستیاب نہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب کلکتہ میں مطابع قائم ہونے کی اطلاعات اور کلکتہ کی چھپی ہوئی کتابیں دہلی پہنچیں اور شاہ صاحب کے ملاحظہ میں آئیں تو حضرت شاہ عبدالعزیز نے اس نئی ایجاد کو پسند فرما

کر کتابوں اور علم کے فروغ و اشاعت کے لیے اس طریقہ سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ فرما لیا تھا۔

کلکتہ میں شاہ صاحب کے متوسلین کی ایک بڑی جماعت تھی جس میں کئی بڑے تاجر اور مطبع والے بھی شامل تھے، شاہ صاحب کا یہ منشاء معلوم ہونے کے بعد شاہ صاحب کے دو ممتاز نیاز مندوں منشی امین الدین اور ان کے بھائی منشی نعیم الدین[١٦] نے (جو غالباً حضرت شاہ ولی اللہؒ سے بیعت بھی تھے) حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابوں کے چھپوانے کا ارادہ کر لیا، جس کی حضرت شاہ عبد العزیز نے تحسین فرمائی، اور حضرت شاہ ولی اللہ کی چند تالیفات نقل کرا کر طباعت کے لیے بھجوائیں۔ ان کتابوں کے ملنے کے بعد منشی نعیم الدین نے حضرت شاہ عبد العزیز سے حجۃ اللہ بھی طلب کی، شاہ صاحب نے لکھا کہ اس کی نقل تیرہ روپے میں تیار ہو گی، منشی جی نے فوراً حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پندرہ روپے بھجوا دیئے اور لکھا کہ اگر یہ نقل میرے وطن جانے سے پہلے مل جائے تو اچھا ہے (طباعت شروع کرنے کا تقاضا ہو گا)، منشی جی نے اس وقت جو خط لکھا تھا اس میں تحریر ہے:

"حجۃ اللہ البالغہ کہ در اسرار فقہ تصنیف حضرت پیر و مرشد است، گذارش خدمت نمودہ بودم، آں جناب شرف ارقام فرمودہ اند کہ بخرچ سیزدہ روپے کتاب مذکورہ طیار خواہد شد دریں صورت مبلغ پانزدہ روپۓ ارسال خدمت می نمائم، معرفت مہاجن بخدمت خواہد رسید۔

امید کہ کتاب مذکورہ طیار کنانیدہ عنایت فرمایند۔ ارادہ است کہ بعرصہ یک دو ماہ بطرف وطن بروم اگر کتاب مطلوبہ و جوابات سوالات من ارقام فرمایند طیار شدہ قبل از رفتن من برسد عین عنایت و کرم خواہد شد" (المرقوم ١٩رشہر، جمادی الاول ١٢٣٧ھ "فروری ١٨٢٢ء")[١٧]

حضرت شاہ عبدالعزیز کو حضرت شاہ ولی اللہ کی کتابوں کی تعلیم و تدریس کے علاوہ ان کی اشاعت کا بھی بہت اہتمام تھا۔ ایک اور گرامی نامہ میں (جس کے مکتوب الیہ کی صراحت نہیں، بظاہر شاہ صاحب کے کوئی شاگرد مقیم کلکتہ ہیں) تحریر فرمایا ہے:

"ثم انه قد طال الزمان ولم يطلع منكم على خبر ولم يقف على عين ولا اثر، و

عسی ان لا یکون المانع لکم من ارسال المکاتیب الا الاشتغال بالدرس والافادة فهنیاً لکم هذه السعادة. غیران هناک امراً تجب علیکم مراعاته والاهتمام بشانه، وهو اشاعت کتب سیدی الوالد قدس سره وهو من احسن مناهج الشکر و خیر طرق الاحسان، المشار الیه فی قوله تعالی هل جزاء الاحسان الا الاحسان"(۱۸)

مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ کوشش کس حد تک کامیاب ہوئی۔ بعض اور ذرائع سے صرف یہ اطلاع ملتی ہے کہ منشی نعیم الدین کی کوششوں سے الفوز الکبیر چھپ گئی تھی (مگر اس اشاعت کا کوئی نسخہ راقم سطور کے علم میں نہیں) اس کے علاوہ اس تحریک کے ذریعہ سے حضرت شاہ ولی اللہ کی اور کتابوں کی طباعت کا جو اہتمام کیا گیا تھا خصوصاً حجۃ اللہ کی اشاعت کا۔ اس کا کیا ہوا، کچھ سراغ نہیں ملتا۔

پہلی اشاعت اور پہلا مطبوعہ حاشیہ (طبع اوّل بریلی ۱۲۸۶ھ)

مولانا محمد احسن نانوتوی کا مطبع صدیقی جو بریلی میں قائم تھا، ہندوستان کا ایک خاصا بڑا تجارتی اور اشاعتی ادارہ تھا جو اپنی مطبوعات کے موضوعات کے تنوع اور اعلیٰ علمی تصحیح اور معیار کے لیے ممتاز تھا۔ مطبع صدیقی نے حضرت شاہ ولی اللہؒ اور اس خاندان کے علماء کی کتابوں اور ان کے ترجموں اور شروحات وغیرہ کو بطور خاص اپنے منصوبہ اشاعت میں شامل کر رکھا تھا، اس مطبع کے ذریعہ سے حضرت شاہ ولی اللہ کی متعدد تصانیف کی پہلی مرتبہ اشاعت ہوئی۔ چند کے اعلیٰ درجہ کے ترجمے یا شرحیں چھپیں، چند کتابیں جو پہلے بھی چھپ چکی تھیں۔ نئی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوئیں۔(۲۰)

غالباً مولانا محمد احسن اور ان کے چھاپہ خانہ کی انہی خصوصیات اور اعلیٰ معیار نے مولانا منشی جمال الدین کتانوی(۲۱) کو متاثر کیا اور منشی جی کو حضرت شاہ ولی اللہ کی دو اہم کتابیں حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء مولانا محمد احسن کی تصحیح و حواشی کے ساتھ مولانا ہی کے پریس میں چھپوانے کا خیال ہوا، منشی جی نے اپنا یہ منصوبہ مولانا کے سامنے رکھا ہوگا اس کے تمام اخراجات کی ذمہ داری لی ہوگی اور ہر ممکن تعاون بہم پہنچانے کا وعدہ کیا ہوگا۔ ورنہ شاید

اتنے بڑے اور کثیر اخراجات کے کام کا مولانا محمد احسن ارادہ نہ کرتے۔

بہرحال منشی جی نے مولانا محمد احسن کو حضرت شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء اور حجۃ اللہ کی طباعت کے لیے متوجہ کیا۔ مولانا محمد احسن نے بے پناہ مشاغل اور ہمہ وقت مصروفیت کے باوجود اپنے پختہ ارادہ اور سخت محنت کی عادت کی وجہ سے یہ ذمہ داری ایک بڑی خدمت و سعادت سمجھتے ہوئے قبول کرلی اور دونوں کتابوں پر شایانِ شان محنت کی، دونوں کے دستیاب نسخوں سے مقابلہ و تصحیح کی، پُرمغز حاشیے لکھے، حل مطالب پر توجہ دی اور حسن کتابت کے علاوہ ضروری اعراب کا اور دونوں کتابوں کی اعلیٰ درجہ کی معیاری طباعت کا انتظام کیا، اس نسخہ کی تصحیح حاشیہ اور کتابت کی جملہ خدمات مولانا محمد احسن کی نگرانی میں انجام پذیر ہوئیں اور مولانا محمد منیر کے زیرِ اہتمام طباعت عمل میں آئی تھی۔

مولانا محمد احسن نے حجۃ اللہ کی طباعت کے لیے (اپنے خاص ذوق اور معمول کے مطابق) سب سے پہلے قلمی نسخوں کی جستجو کی، ان کے فراہم کرنے کا اہتمام کیا، مولانا کو تلاش و جستجو کے بعد حجۃ اللہ کے چار نسخے مہیا ہوئے تھے، یہ نسخے:

۱۔ مولانا احمد حسن مراد آبادی (وفات صفر ۱۲۸۸ھ، مئی ۱۸۷۱ء)(۲۲)

۲۔ مولانا مفتی سعد اللہ رام پوری مراد آبادی (وفات رمضان ۱۲۹۴ھ، ستمبر ۱۸۷۷ء)(۲۳)

۳۔ مولانا مفتی ریاض الدین کاکوری (وفات صفر ۱۲۹۵ھ، فروری ۱۸۷۸ء)(۲۴)

۴۔ مولانا ارشاد حسین رام پوری مجددی (وفات جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ۔ دسمبر ۱۸۹۳ء)(۲۵)

کے ذخیروں سے ملے تھے، مگر یہ چاروں نسخے مل کر بھی مکمل نہیں تھے، چاروں میں کمی اور فروگذاشت کا احساس ہوتا تھا۔

اس لیے مولانا محمد احسن نے ان میں سے کسی ایک نسخہ کو بنیاد نہیں بنایا بلکہ ان چاروں نسخوں کا گہری ناقدانہ نظر سے مطالعہ فرما کر ایک جامع صحیح اور مکمل متن تیار کیا، جس میں مولانا نے غالباً چاروں نسخوں کے امتیازات کو محفوظ کر لیا ہے۔ جس نسخہ میں جو باب یا عنوان دوسرے نسخوں سے زائد تھا اس کو متن میں شامل کر لیا گیا ہے، مثلاً: "باب القضاء فی الاحادیث المختلفہ"(۲۶) کے بعد ایک تتمہ شامل ہے جس کو تتمہ نمبر۲ قرار دیا گیا ہے، اس کا عنوان ہے:

"باب اختلاف الصحابة والتابعين فی الفروع"

یہ باب حضرت شاہ ولی اللہ کی مشہور تالیف "الانصافِ فی سبب الاختلاف" ہے جس کو حجۃ اللہ میں بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ یہ اضافہ یا باب مولانا محمد احسن نانوتوی کے سامنے موجود حجۃ اللہ کے نسخوں میں سے صرف ایک نسخہ میں شامل تھا اور دیگر نسخے اس اضافہ یا اس کے حوالہ سے خالی تھے، مگر مولانا محمد احسن نے اسی ایک نسخہ کی وجہ سے اس کو حجۃ اللہ میں شامل فرما لیا جس کی حاشیہ میں درج ذیل الفاظ میں صراحت فرمائی ہے:

"هذا التتمة المشتملة على الابواب الاربعة من هنا الى القسم الثانى لم توجد الا فى نسخة واحدة وابقيتها فى المتن مطابقا للنسخة المذكور يكون مضمونها مناسب للكتاب و كلام المصنف فى آخرها ايضا يدل انها ينبغى ان تلحق فى اصل الكتاب"(۲۷)

ایسا ہی ایک حاشیہ یا وضاحت حجۃ اللہ کی مبحث فی الفتن میں درج ہے۔ مولانا محمد احسن نے وہاں بھی یہی لکھا ہے کہ میں یہاں جو عبارت یا مضمون نقل کر رہا ہوں وہ (پیشِ نظر چار نسخوں میں سے) صرف ایک نسخہ میں موجود ہے۔ جو اگرچہ اپنے بعض مندرجات کی وجہ سے گویا مکرر ہے، مگر چوں کہ بعض فوائد پر مشتمل ہے اس لیے یہاں شامل کیا جا رہا ہے:

"هذا العبارة من هنا الى المناقب لم تكن الا فى نسخة واحدة، فنقلتها وان كانت كالمكررة لتضمنها بعض الفائدة وكانت النسخة المنقولة عنها متروكة البياض من ثلاثة مواضع"(۲۸)

نیز مولانا احسن نے اپنے سامنے موجود نسخوں کی ایک اور کمی یا فروگذاشت پر بھی توجہ دلائی ہے۔ "مبحث فی الاحادیث المختلفة" کے اختتام پر لکھتے ہیں: کہ حضرت مصنف" نے حجۃ اللہ کی پہلی قسم کو سات مباحث اور ستر ابواب پر تقسیم کیا ہے۔ جیسا کہ شاہ صاحب نے آغاز کتاب پر لکھا بھی ہے مگر یہاں (مبحث فی الاحادیث المختلفہ تک) ابواب کا شمار اکیاسی (۸۱) تک پہنچ گیا ہے اور میرے (مولانا احسن کے) سامنے موجود تمام نسخوں میں ابواب کی یہی تعداد ہے، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ زائد ابواب یا تو مصنف نے بعد

میں اضافہ کیے ہیں جس طرح اختلاف صحابہ تابعین کی بحث بعد میں بڑھائی ہے، یا حضرت مصنف سے مقدمہ کتاب میں سہو ہوا (ابواب کی تعداد صحیح نہیں لکھی گئی) یا بعد میں نسخہ نقل کرنے والوں کو مغالطہ ہوا، انہوں نے بعض ایسے عنوانات کہ جن کو مصنف نے فصل قرار دیا تھا ابواب لکھ دیا ہے۔[۲۹]

مولانا محمد احسن نے ایک دو مقامات پر حضرت مصنف کی فروگذاشت پر بھی متوجہ کیا ہے اور حضرت مصنف کی رائے سے اختلاف بھی کیا ہے اور اس کے مختصر دلائل بھی ذکر کیے ہیں،[۳۰] مگر مولانا محمد احسن کی اس رائے پر حیرت ہے کہ حضرت شاہ صاحب حجۃ اللہ کی تکمیل اور اس کتاب پر نظر ثانی نہیں فرما سکے تھے، مولانا احسن نے ایک جگہ لکھا ہے کہ:

" ومن هذا يعلم ان المصنف رحمه الله تعالىٰ لم يتيسر له النظر الثاني في هذا الكتاب، كما هو مشهور بين الناس"[۳۱]

مگر مولانا محمد احسن کا یہ خیال یا اطلاع صحیح نہیں کیوں کہ مولانا محمد احسن خود نقل کر چکے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے حجۃ اللہ کو دو مقاصد پر تقسیم کیا ہے اور مقصد اول میں سات مباحث اور ستتر (۷۷) ابواب ہیں (اور معلوم نسخوں میں اکیاسی ابواب میں (چار ابواب کے اضافہ کی وجہ بھی مولانا محمد احسن نقل کر چکے ہیں) جو مولانا محمد احسن کے مذکورہ خیال کی واضح تردید کر رہے ہیں اور مولانا محمد احسن کے اس خیال کی خود حضرت شاہ ولی اللہؒ کے الفاظ سے بھی تردید ہو رہی ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے معمول کے مطابق مقصد ثانی کے اختتام پر اپنے یہ خاص الفاظ تحریر فرمائے ہیں جو حضرت شاہ صاحب عموماً اپنی تالیفات کے اختتام پر تحریر فرمایا کرتے ہیں:

"ولكن هذا آخرما اردنا ايراده في القسم الاول من كتاب (حجة الله البالغه في علم اسرار الحديث) والحمدلله اولاً وآخراً و يتلوه ان شاء الله تعالىٰ القسم الثاني"[۳۲]

مذکورہ الفاظ کے اختتام پر "في بيان اسرار ماجاء عن النبي ﷺ تفصيلا"[۳۳] سے قسم ثانی شروع ہو گئی ہے اور "مبحث في احكام النذور والايمان"[۳۴] پر قسم ثانی یعنی اصل کتاب کے بنیادی مباحث بھی اختتام کو پہنچ گئے۔ اس کے آخر میں حضرت شاہ صاحب

نے ارقام فرمایا ہے کہ یہاں کتاب کے وہ ابواب اور مباحث تو ختم ہوگئے جن کا میں نے ارادہ کیا تھا اور ان کی تکمیل اپنے اوپر لازم کر لی تھی (یعنی اصل کتاب یہاں مکمل ہو گئی ہے) مگر میں متفرق ابواب کے متعلق چند باتیں یہاں اور ذکر کرتا ہوں اگرچہ:

"وان جميع مايذكر فيها غير وافٍ بواجب حقها ولا كافٍ بحقيقة شأنها، ولكن مالا يدرک كله لا يترک كله ونحن الآن نشتغل بشئ من السير والفتن والمناقب على التيسير دون الاستيعاب، والله الموفق والمعين"[۳۵]

اس کے بعد سیرۃ النبی ﷺ کے چند ابواب اور فتن کی بحث ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی مذکورہ دونوں عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ حجۃ اللہ کی تالیف مکمل نہ ہونے کا خیال صحیح نہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب میں جن مباحث و مطالب کے درج کرنے کا ارادہ فرمایا تھا وہ اس کی تکمیل فرما چکے تھے۔ اور اصل مباحث اور کتاب مکمل کرنے کے بعد مزید افادیت کے خیال سے چند ابواب اور شامل فرما دیئے تھے۔ لہٰذا مولانا محمد احسن کا یہ خیال درست نہیں۔

مولانا محمد احسن کی درج بالا رائے سے قطع نظر اس حقیقت میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ مولانا محمد احسن کی حجۃ اللہ کی تصحیح و اشاعت کی خدمت اور اس کا حاشیہ اس کتاب کی تمام خدمات میں ہر پہلو سے امتیاز رکھتا ہے اور مولانا احسن کے اس حاشیہ پر بہت اضافہ اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس حاشیہ اور طباعت کے بعد سے حجۃ اللہ پر جس قدر بھی کام ہوئے ہیں وہ تمام اسی حاشیہ کے مرہونِ منت ہیں، اور اب بھی اس خدمت اور حاشیہ کی اوّلیت اور علمی مرتبہ مسلم ہے۔

حجۃ اللہ کی یہ پہلی طباعت بڑے سائز کے تین سو چھیانوے (۳۹۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کے آخری دو صفحات پر مولانا محمد احسن کا لکھا ہوا خاتمۃ الطبع ہے، جس میں مولانا نے اس کتاب کی طباعت کے لیے منشی جمال الدین کتانوی کی تحریک، تصحیح و مقابلہ کے لیے نسخوں کی فراہمی، نسخوں کے مالکان کے نام اور نسخوں کی تلاش، ان کے باہم مقابلہ اور متن کی تحقیق میں مولانا احمد حسن مراد آبادی کے بھرپور تعاون کا خاص طور پر ذکر کیا ہے، اسی تحریر میں چھ اشعار کا عربی میں قطعہ تاریخ بھی ہے اور آخر میں یہ صراحت اور

اعلان بھی ہے کہ کسی شخص کو مصحح اور محشی کی اجازت کے بغیر اس کتاب کے شائع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

چند اور حاشیے

مولانا محمد احسن کی حجۃ اللہ کی خدمت اور اس کا حاشیہ ایسا مقبول ہوا کہ پہلی طباعت ۱۲۸۶ھ سے عصر حاضر تک حجۃ اللہ کے جس قدر بھی ایڈیشن ہند یا پاکستان اور عرب ملکوں میں چھپے ہیں سب میں یہی حاشیہ درج ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض اشاعتوں میں اس کی صراحت ہے کہ یہ حاشیہ پہلی طباعت سے اخذ کیا گیا ہے، بعض میں حاشیہ شامل ہے مگر مآخذ کی وضاحت نہیں، اور بعض حاشیہ نگاروں نے چوری اور سینہ زوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حاشیہ کو اپنے ادارہ یا کسی اور محشی سے منسوب کر دیا ہے، مگر حاشیہ یہی ہے۔ صرف ایک نسخہ جو چند سال پہلے بیروت سے چھپا ہے، سنا ہے کہ اس پر نیا حاشیہ ہے مگر یہ نسخہ مجھے دستیاب نہیں ہوا۔ اس لیے اس کی نسبت کچھ عرض کرنا درست نہیں۔

شروح

شرح الشمس البازغہ علی حجۃ اللہ البالغہ

مجھے حجۃ اللہ کی عربی میں صرف ایک شرح کا علم ہے جس کو مرتب نے الشمس البازغہ کے نام سے موسوم کیا ہے، یہ شرح دراصل مولانا سندھی کے درس حجۃ اللہ کی افادات یا تشریحی نوٹس ہیں، جو مولانا کے غالباً دو شاگردوں نے مولانا کے مکہ مکرمہ اور دہلی میں قلم بند کیے تھے، یہ شرح اگرچہ بہت مفصل نہیں مگر معلومات اور تحقیقات کا خزانہ ہے۔

اس شرح کی تعلیم و تحریر کے وقت مولانا عبیداللہ سندھی اور طلبہ کے سامنے حجۃ اللہ کا مطبع منیریہ کا مطبوعہ نسخہ تھا، اسی نسخہ کے صفحات کے حوالہ سے حجۃ اللہ کی عبارت کے اشارات یا مختصر فقرے درج ہیں، اس کے بعد مولانا کی تقریر و توضیح نقل کی گئی ہے، اکثر یہ وضاحت مختصر ہے مگر اختصار کے باوجود اس کی معنویت کا عالم یہ ہے کہ ایک ایک فقرہ سے باب معانی کھلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، چند مقامات ایسے بھی ہیں جہاں توضیح مطلب کے لیے مفصل تقریر فرمائی گئی ہے مگر مجھے یہ محسوس ہوا کہ مفصل تقریر سے ایقان و اطمینان

کی وہ کیفیت حاصل نہیں ہوئی جو مختصر فقروں سے ہو جاتی ہے۔

مذکورہ وضاحتی فقروں یا شرح کے علاوہ اس شرح کا ایک خاص امتیاز اور انفرادیت جس کی وجہ سے اس کی اہمیت بڑھ گئی ہے اور حجۃ اللہ کی شرح و تفہیم کے لیے اس سے مراجعت ناگزیر معلوم ہوتی ہے، یہ ہے کہ مولانا سندھی نے اپنی توضیحات میں اکثر مقامات پر اس کی نشاندہی فرمائی ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے حجۃ اللہ کی فلاں فلاں بحث میں جو مضمون بیان فرمایا ہے وہ علمائے متقدمین میں سے کسی کے کلام سے ماخوذ ہے، یا کہاں سے لیا گیا ہے۔ چند موقعوں پر ان کتابوں کے حوالے بھی درج ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعض مباحث کا مآخذ ہیں۔ بعض جگہوں پر حوالے درج نہیں، صرف مرجع کی مجمل رہنمائی کی گئی ہے۔

نیز حجۃ اللہ میں جو مباحث آئے ہیں ان کے ضمن میں حضرت شاہ صاحب کی جو خاص تعبیرات و اشارات ہیں ان کی خود شاہ صاحب نے کہاں تفصیل بیان فرمائی ہے اور جو مباحث حجۃ اللہ میں مجمل ہیں ان کی وضاحت یا اس نکتہ یا خاص تعبیر اور اصطلاح کی وضاحت شاہ صاحب کی کس تصنیف میں درج ہے، اس کی کثرت سے نشاندہی کی گئی ہے۔ حجۃ اللہ کے مباحث کی توضیح کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ کی تصانیف میں سے البدور البازغہ، الخیر کثیر، ہمعات التفہیمات، فیوض الحرمین، قرۃ العینین، القول الجمیل وغیرہ کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں اور بقید صفحہ ان کا حوالہ دیا گیا ہے جس کی وجہ سے حجۃ اللہ کی تفہیم اور شاہ صاحب کی فکر کو سمجھنے میں بہت رہنمائی ملتی ہے۔

مولانا سندھی نے اس بحث میں صرف شاہ صاحب کی تصانیف سے استفادہ نہیں کیا بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی تفسیر فتح العزیز، نیز شاہ عبدالعزیز کی دوسری تالیفات مثلاً رسالہ عقائد اور حضرت شاہ رفیع الدین کی مؤلفات کے علاوہ حضرت شاہ اسماعیل شہید کی عبقات کے بھی متعدد حوالے شامل ہیں۔

یہ شرح جیسا کہ ذکر ہوا مولانا سندھی کی دو تقریروں کا مجموعہ ہے، پہلی تقریر مولانا کے شاگرد عبداللہ بن نہال (نسب اور وطن وغیرہ درج نہیں) نے اس وقت لکھی تھی جب انہوں نے مکہ مکرمہ میں مولانا سے حجۃ اللہ پڑھی تھی اس وقت آغاز کتاب سے کتاب الحدود

تک درس ہوا تھا، اس کے بعد مولانا سندھی ہندوستان آ گئے تھے۔ مولانا سندھی کی ہندوستان تشریف آوری کے بعد حجۃ اللہ کے درس کا ایک اور دور، بیت الحکمت، جامعہ ملیہ دہلی میں ہوا، وہ تقریر بھی اسی نسخہ میں ضبط کی گئی ہے، یہ تقریر محمد صدیق سہارنپوری نے لکھی ہے۔ (راقم کو دونوں صاحبان کا تعارف نہیں ملا) مذکورہ تقریروں پر بعد میں اضافے بھی ہوئے ہیں اور حاشیے بھی لکھے گئے ہیں، اگرچہ اس میں صراحت نہیں مگر بعض اضافات و حواشی کے دیکھنے سے خیال ہوتا ہے کہ یہ اضافہ خود مولانا سندھی کا کیا ہوا ہے۔

مولانا سندھی جو افادات بیان فرماتے تھے وہ اردو میں ہوتے تھے۔ ناقل و مرتب نے ان کو عربی میں منتقل کیا ہے یہ نسخہ رواں باریک قلم سے فل اسکیپ کے بڑے کاغذ کے اسی صفحات پر مشتمل ہے، فی صفحہ عموماً چھتیس سطریں ہیں، اکثر صفحات پر حاشیہ میں دو کالم بنائے گئے ہیں، دونوں کالموں میں حجۃ اللہ اور اس تقریر کے بعض پہلوؤں کی مزید تنقیح کی گئی ہے۔ یہ شرح ابتداء سے کتاب الحدود تک سنہ ۱۳۵۳ھ (۱۹۴۰ء) میں مکہ مکرمہ میں لکھی گئی اور بعد کا حصہ اور ضمائم و اضافات دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء (۱۳۵۲ھ) میں بیت الحکمت دہلی میں قلم بند ہوئے تھے۔

تخریج احادیث

النعمۃ السابغہ تخریج احادیث حجۃ اللہ البالغہ

حجۃ اللہ البالغہ کی کم سے کم ایک تخریج بھی ہوئی تھی، یہ تخریج و تالیف نامور عالم اور محدث مولانا محمد مچھلی شہری (وفات رجب ۱۳۳۴ھ۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء) کی یادگار تھی۔ کہا جاتا ہے متعدد اصحاب نے چاہا کہ اس کتاب کو شائع کر دیں مگر مولانا کے اخلاف نے کتاب دینے سے انکار کر دیا۔ کتاب دکھائی نہ چھپوائی، اس لیے اندیشہ ہے یہ محنت ضائع ہوگئی ہے[۳۶] اگرچہ تصریح نہیں مگر امید یہ ہے کہ یہ کتاب عربی میں ہوگی۔

حجۃ اللہ کی چند اور اشاعتیں

طبع دوم، بولاق مصر

حجۃ اللہ کی ہندوستان میں عمدہ طباعت کے بعد مولانا منشی جمال الدین کتانوی (کتانہ، ضلع میرٹھ یوپی) مدار المہام ریاست بھوپال کو خیال ہوا کہ اس دولت کا افادہ عام ہونا

چاہیے اور ہندوستان کا یہ تحفہ دنیائے اسلام کے علماء کی خدمت میں بھی پہنچنا چاہیے، اس لیے منشی جمال الدین نے حجۃ اللہ کی ہند میں اشاعت کے بعد مصر میں اس کی طباعت کا منصوبہ بنایا، جس کے لیے مولانا محمد حسین فقیر (بنتی دہلوی)[۳۷] کا انتخاب ہوا۔ مولانا محمد حسین فقیر منشی جی کے نمائندہ اور سفیر کی حیثیت سے ترکی ہوتے ہوئے مصر پہنچے تھے اور مصر کے اس زمانہ کے سب سے بڑے اور اہم ترین مطبع بولاق میں حجۃ اللہ البالغہ کی طباعت کا انتظام کیا۔

مصری طباعت کے لیے متن کی نئی تدوین، یا قلمی نسخوں سے مراجعت کا اہتمام نہیں ہوا تھا، بلکہ صرف مطبع صدیقی بریلی کی اشاعت کو عربی خط میں شائع کر دیا گیا۔ اس طباعت میں مولانا محمد احسن نانوتوی کا حاشیہ اور تمام ترتیب جوں کی توں شامل ہے۔ بریلی اور بولاق کی طباعتوں میں بہ ظاہر صرف یہ امتیاز ہے کہ بولاق کی طباعت میں جہاں کوئی حدیث شریف آئی ہے وہاں حاشیہ پر ح بنا دی گئی ہے تاکہ حدیث ممتاز رہے۔

اس نسخہ کا ایک اور امتیاز یہ ہے کہ اس کی تصحیح مصر اور ترکی کے مطابع کے مصححین کے استاد اور نامور جید فاضل، شیخ ابراہیم عبدالغفار دسوقی (وفات ۱۳۰۰ھ۔ ۱۸۸۳ء)[۳۸] نے کی تھی جو دقیقہ رس مصحح تھے۔

حجۃ اللہ کی بولاق کی اشاعت دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلدِ اوّل ہندوستانی اشاعت کی ترتیب کے مطابق ابواب الصلوۃ (کے بابِ ثیابِ المصلی) پر مکمل ہوگئی ہے۔ دوسری جلد ابواب قبلہ سے شروع ہوئی ہے۔ جلد اوّل ایک سو ترانوے (۱۹۳) صفحات پر اور جلد ثانی ایک سو اٹھانوے (۱۹۸) صفحات پر مشتمل ہے۔ متن کی تکمیل کے بعد صفحہ ایک سو اٹھانوے کے اختتام سے دو سو کے آخر تک مولانا محمد احسن نانوتوی کا وہ خاتمۃ الطبع درج ہے، جو پہلی طباعت میں شامل ہے اور صفحہ دو سو کی آخری سطور سے صفحہ دو سو دو تک شیخ ابراہیم دسوقی کا حرف اختتام یا خاتمۃ الطبع ہے۔ جس میں تیرہ شعروں کا عربی کا قطعہ تاریخ بھی ہے، آخری مصرعہ کے اعداد سے اس طباعت کا سنہ نکلتا ہے، جس کے اعداد ۱۲۹۴ھ ہیں، مگر چند سطروں کے بعد خاتمۃ الطبع کی آخری سطور میں سنہ طباعت ۱۲۸۴ھ (بارہ سو چوراسی) چھپ گیا ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتا، اس اشاعت کی تکمیل کا صحیح سنہ اور مہینہ

رمضان المبارک ۱۲۹۴ھ (ستمبر، اکتوبر ۱۸۷۷ء) ہے۔

۳۔ خیریہ مصر ۲۳-۱۳۲۲

بولاق کے بعد کی جو طباعتیں مجھے ملیں ان میں دوسری طباعت مطبع خیریہ مصر کی ہے، جو ۲۳-۱۳۲۲ھ میں دو جلدوں میں چھپی تھی، جلد اول ۱۳۲۲ھ کے آخر میں اور جلد دوم صفر ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوئی، یہ بولاق کی طباعت کی جوں کی توں نقل ہے۔

۴۔ مطبوعہ منیریہ مصر ۱۳۵۲ھ بتصحیح مولانا عبیداللہ سندھی

یہ نسخہ بھی بولاق اور خیریہ مصر کے نسخوں کی طرح دو جلدوں میں ہے، جو ۱۳۵۲ھ (۳۴-۱۹۳۳ء) میں چھپا تھا۔ اس کے سرورق پر یہ مختصر عبارت یا اطلاع چھپی ہوئی ہے۔

" قام بطبعه و نشره للمرة الاولی سنه ۱۳۵۲ھ- جماعة من محی العلم والاصلاح"

اس کے بعد تحریر ہے:

"راجع اصول و صححها و قید حواشیها بعض فضلاء الهند"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشاعت مطبع منیریہ کے پروگرام اشاعت کا حصہ نہیں تھی۔ بلکہ علماء اور مصلحین کی ایک جماعت نے اس کی طباعت کا اہتمام کیا تھا، دوسری بات جو اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اس نسخہ کی اصل نسخہ یا نسخوں سے ہندوستان کے کسی فاضل نے مراجعت و تصحیح کی ہے اور اس کے حواشی کو منضبط کیا ہے، مگر یہ صراحت نہیں کہ یہ عالم کون تھے کسی اور نے بھی اس کی صراحت نہیں کی، مگر مولانا عبید اللہ سندھی کی شرح حجۃ اللہ کے ایک ناقل نے اپنے نسخہ میں ایک موقع پر لکھا ہے:

"وفی النسخه المطبوعة هکذا، لانها طبعت بعد ان صححها العلامه امیر الائمه سیّدنا السندھی"(۳۹)

یہ عبارت مکہ معظمہ میں ۱۳۵۳ھ میں مولانا سندھی کے درس میں لکھی گئی ہے اور یہ محقق ہے کہ اس دوران یعنی جب مولانا سندھی مکہ مکرمہ میں مقیم تھے (صفر ۱۳۴۵ھ، اگست ستمبر ۱۹۲۶ء سے اواخر محرم ۱۳۵۳ھ، فروری ۱۹۳۹ء تک) اس زمانہ میں ہندوستان یا عرب

ملکوں میں نسخہ منیریہ کے علاوہ حجۃ اللہ کا کوئی اور نسخہ نہیں چھپا، اس لیے یہی نسخہ جس پر منیریہ والوں نے بعض فضلاء الہند کی تصحیح و مقابلہ کی صراحت کی ہے۔ مولانا سندھی کا تصحیح کیا ہوا ہے اور جیسا کہ مولانا کے بعض اور شاگردوں نے بھی لکھا ہے کہ مولانا سندھی نے مکتبہ حرم مکی میں موجود حجۃ اللہ کے ایک اہم قلمی نسخہ (مکتوبہ بقلم حضرت شاہ محمد اسحاق") سے نسخہ کی تصحیح کی تھی،[۴۰] لہذا یہ وہی تصحیح شدہ نسخہ ہے اس لیے حجۃ اللہ کے نسخہ منیریہ[۴۰] کا متن تصحیح میں اور تمام نسخوں سے فائق ہونا چاہیے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ بعد میں منیریہ کی طباعت کو ہندوستان میں قبولِ عام حاصل ہوا اور گذشتہ پچاس برس سے ہند و پاکستان میں حجۃ اللہ کے جس قدر بھی نسخے چھپ رہے ہیں ان کی اساس منیریہ کی ہی طباعت ہے۔

یہاں یہ بھی ذکر کر دینا چاہیئے کہ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری میں منیریہ کی طباعت کا ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جس میں مولانا عبیداللہ سندھی کے دو شاگردوں (مولانا سید تقویم الحق حلیمی اور مولانا خلیل الرحمٰن صدیقی امروہوی) نے مولانا سندھی سے حجۃ اللہ پڑھی ہے، اس پر دونوں کے دستخط ہیں۔

چند ہندوستانی طباعتیں

منیریہ کی طباعت کا کتب خانہ رشیدیہ دہلی نے سب سے پہلے ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۳ء) میں عکس (Re-Print) شائع کیا تھا، اس کے بعد سے یہی طباعت آج تک چھپ رہی ہے۔ بعض مکتبوں نے اسی عکس کا فوٹو شائع کیا ہے۔

دارالسّلفیہ لاہور کی اشاعت

برصغیر ہند و پاکستان کی حجۃ اللہ کی اشاعتوں میں کتب خانہ رشیدیہ دہلی کی اشاعت کے بعد دارالسّلفیہ لاہور کا نسخہ سب سے بہتر اشاعت ہے، دارالسّلفیہ کی اشاعت پر مصحح کا نام اور سنہ اشاعت درج نہیں، مگر اس نسخہ میں تصحیح کا مزید اہتمام محسوس ہوتا ہے۔ اس اشاعت کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ حجۃ اللہ میں جن احادیث و روایات کا اشارہ یا مختصر فقرہ آیا ہے، اس روایت کا مکمل متن حاشیہ میں درج کر دیا ہے۔

بیروت کی چند متأخر اشاعتیں

تقریباً ۱۳۹۰ھ (۱۹۷۰ء) کے بعد دنیائے اسلام میں حجۃ اللہ کی مانگ اور اشاعت میں خاصا اضافہ ہوا اس لیے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے بیروت کے متعدد اداروں نے حجۃ اللہ کے کئی ایڈیشن شائع کیے، جن میں بولاق کی پہلی طباعت سے منیریہ (بلکہ دارالسلفیہ) تک تمام اشاعتوں کے عکس شامل ہیں۔ (ان میں سے کئی طباعتیں میں نے دیکھی ہیں) مگر ان میں بہ ظاہر کوئی نئی اور قابل ذکر بات نہیں ہے۔

بحاشیہ شیخ محمد سالم ہاشم، بیروت

چند سال پہلے ۱۴۱۵ھ (۱۹۹۵ء) میں دارالکتب العلمیہ بیروت سے حجۃ اللہ کا ایک نسخہ شائع ہوا تھا جس میں ذیلی عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے، اگرچہ اس کے بعض عنوانات کے برمحل ہونے میں شبہ ہے۔ اس کے علاوہ معمولی سی ترمیم یہ کی گئی ہے کہ مباحث قبلہ جو تمام نسخوں میں جلد ثانی کے آغاز پر آئے ہیں۔ اس نسخہ میں جلد اوّل کے آخر میں شامل کیے گئے ہیں اور جلد ثانی کی ابتداء المسترہ سے کی گئی ہے۔ تمام حواشی مولانا احسن نانوتوی والے ہیں جو پہلی طباعت سے چلے آ رہے ہیں۔

بیروت کی ایک اور اشاعت

بیروت سے پانچ چھ سال پہلے حجۃ اللہ کا ایک ایڈیشن اور چھپا ہے جس پر (سنا ہے کہ) کسی قدر مفصل مقدمہ اور احادیث شریفہ کی جزوی تخریج ہے مگر یہ نسخہ مجھے نہیں ملا، اس لیے اس اطلاع کی تفصیل و تحقیق سے قاصر ہوں۔

حجۃ اللہ (اردو تراجم، شروح، ملخص)

حجۃ اللہ البالغہ ۱۲۸۶ھ (۶۹-۱۸۶۸ء) میں چھپ کر عام ہو گئی تھی اور اس وقت سے اس کتاب سے استفادہ کا دائرہ وسیع ہونا شروع ہو گیا تھا مگر کتاب کے اعلیٰ مطالب اور مصنف کی بلند پروازی کی وجہ سے اس کا پورے طور پر سمجھ لینا اور مصنف کی مراد تک پہنچ جانا مشکل تھا، اس لیے اہل علم و ذوق اصحاب کا مطالبہ اور تقاضا تھا کہ اس کا ترجمہ ہو، اور

اس کی مشکلات کے حل ہونے اور مقاصد تک پہونچنے کا راستہ ملے۔ عظیم آباد پٹنہ کے مولوی سید فضل الرحمان صاحب نے نامور عالم اور مفسر و مناظر مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی سے حجۃ اللہ کے ترجمہ کی فرمائش کی اس پر مسلسل اصرار کیا جس کی وجہ سے مولانا عبدالحق حقانی نے حجۃ اللہ کے ترجمہ کا وعدہ اور ارادہ فرما لیا تھا۔ اس وقت تک معلومات کے مطابق یہی ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ کا سب سے پہلا اردو ترجمہ ہے۔

۱۔ نعمۃ اللہ السابغہ ترجمہ حجۃ اللہ مولانا عبدالحق حقانی

مولانا عبدالحق نے ترجمہ کا کب آغاز کیا اس کا مجھے علم نہیں لیکن اس کی تاریخ اختتام ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ (فروری ۱۸۸۵ء) ہے۔ یہ ترجمہ غالباً ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) میں چھپنا شروع ہوا تھا اور جمادی الاول ۱۳۱۲ھ (نومبر ۱۸۹۴ء) میں اس کی اشاعت مکمل ہو گئی تھی، اس ترجمہ کا نام ''نعمت اللہ السابغہ ہے، یہ اشاعت دو جلدوں پر مشتمل ہے، مگر اس میں متن شامل نہیں۔ اس اشاعت کا ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ میں ہے۔

نعمت اللہ السابغہ کی دوسری اشاعت کا اصح المطابع کراچی نے اہتمام کیا اور ترجمہ کی زبان پرانی ہو جانے کی وجہ سے مولانا عبدالطیف اور معراج محمد بارق صاحب سے اس کی معمولی ترمیم اور نظرثانی کرائی اور اس ترجمہ کو متن کے ساتھ شائع کیا، مگر اس کی جلد اول میں یہ جدت کی گئی ہے کہ ترجمہ کو اصل قرار دے کر متن کو خلاف معمول بائیں کالم میں رکھا ہے۔ اصح المطابع کا یہ نسخہ خاصے اہتمام سے دو جلدوں میں چھپا ہے، مگر اس پر سنہ طباعت درج نہیں۔

۲۔ آیات اللہ الکاملہ از مولانا خلیل احمد اسرائیلی

حجۃ اللہ کا دوسرا اردو ترجمہ آیات اللہ الکاملہ ہے، یہ ترجمہ مولانا خلیل احمد سنبھلی اسرائیلی مقیم علی گڑھ کی یادگار ہے اور پہلی مرتبہ کتب خانہ اسلامی پنجاب کے زیر اہتمام، مطبع اسلامی لاہور سے ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں چھپا تھا۔ یہ بھی صرف ترجمہ ہے، اس اشاعت میں بھی متن شامل نہیں، یہ ترجمہ چھ سو بیس صفحات کی ایک جلد میں مکمل ہو گیا ہے۔ اس ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن حمایتِ الاسلام پریس لاہور سے ۱۳۲۲ھ میں چھپا تھا۔ مندرجہ بالا دونوں ترجمے

بعد میں کئی مرتبہ چھپے ہیں اور چھپتے رہتے ہیں، نئے ترجموں کی اشاعت کے باوجود ان کی اپنی اہمیت ہے۔ کیوں کہ درحقیقت دونوں ترجمے (نعمت اللہ السابغہ اور آیات اللہ الکاملہ) بعد کے تمام ترجموں کی بنیاد ہیں، بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعد میں شائع اکثر ترجمے ان ہی ترجموں کا چربہ، نقل یا ان کی تزئین و تکمیل ہیں۔

۳۔ شموس اللہ البازغہ از مولانا عبدالحق ہزاروی

تیسرا ترجمہ شموس اللہ البازغہ کے عنوان سے مولانا عبدالحق ہزاروی کے نام سے شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب لاہور نے حمایت الاسلام پریس، لاہور میں طبع کرایا تھا، یہ ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۳۵۱ھ (۳۳-۱۹۳۲ء) میں دو جلدوں میں چھپا تھا، اس میں اوپر متن ہے نیچے ترجمہ ہے، یہ ترجمہ بھی کئی بار چھپا ہے۔ مصحح کتاب نے آخری صفحہ پر لکھا ہے کہ مترجم کے سامنے مطبع خیریہ، مصر کا ۱۳۲۳ھ نسخہ رہا ہے۔ لیکن اس ترجمہ کے تذکرہ کے ساتھ یہ وضاحت ضروری ہے کہ ابتدائی صفحات کے ترجمہ میں معمولی ترمیمات کے علاوہ یہ لفظ بلفظ آیات اللہ الکاملہ مولانا خلیل احمد اسرائیلی کے ترجمہ کی نقل ہے۔ اس ترجمہ کی پہلی طباعت کا ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ میں ہے۔

۴۔ نعمۃ اللہ السابغہ از مولانا عماد الدین شیرکوٹی

یہ ترجمہ ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۰ء) کے قریب مولانا عماد الدین انصاری شیرکوٹی (شیرکوٹ ضلع بجنور یو پی) کے نام سے کتب خانہ انصاریہ جالندھر، پنجاب سے دو جلدوں میں چھپا تھا، یہ ترجمہ میری نظر سے نہیں گزرا مگر اس کے ابتدائی آٹھ صفحات جو کتب خانہ انصاریہ نے نمونہ کے طور پر چھپوائے تھے میرے سامنے موجود ہیں۔ تاہم مولانا عماد الدین شیرکوٹی (وفات محرم ۱۳۸۳ھ، جون ۱۹۶۳)[۴۰] کے صاحبزادے مولانا سعید الدین صاحب شیرکوٹی (مقیم حال پشاور، پاکستان) نے راقم کے ایک خط کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ مکمل ترجمہ میرے بچپن میں چھپا تھا۔ چوں کہ مکمل نسخہ دستیاب نہیں ہوا اس لیے معلوم نہیں کہ مترجم نے اس کے مقدمہ میں اپنے اس ترجمہ کی نسبت کیا لکھا ہے، مگر یہ ترجمہ بھی مولانا خلیل احمد اسرائیلی کے ترجمہ کی تجدید و تزئین ہے، مستقل ترجمہ نہیں۔

نمونہ کے صفحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عماد الدین شیرکوٹی نے مولانا خلیل احمد اسرائیلی کے ترجمہ کو نیا اور تازہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اگر پورا ترجمہ ایسا ہی ہو جیسا کہ نمونہ کے ابتدائی آٹھ صفحات سے معلوم ہوتا ہے تو یہ اس وقت تک کے پرانے تمام ترجموں سے بہتر ہوگا، اس کی کتابت بھی کھلی کھلی عمدہ اور نہایت مرتب ہے۔

۵۔ ترجمہ حجۃ اللہ از مولانا عبدالرحیم پشاوری

مولانا عبدالرحیم، (ساکن کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) پروفیسر علوم اسلامیہ، اسلامیہ کالج پشاور (وفات ۶ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ ۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۰ء) نے بھی حجۃ اللہ کا ایک عمدہ ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ ۸ جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ۔ ۳۰ اپریل ۱۹۴۷ء) کو مکمل ہوا تھا۔ رجب ۱۳۶۷ھ (۲۷ مئی ۱۹۴۹ء) کے وسط میں دو جلدوں میں شائع ہوا تھا۔ یہ حجۃ اللہ کے معروف اور مقبول ترین ترجموں میں سے ہے، اس کا ایک عمدہ ایڈیشن قومی کتب خانہ، لاہور نے ۱۴۰۴ھ (۱۹۸۴ء) میں شائع کیا تھا جو راقم السطور کے سامنے ہے۔ یہ اشاعت آٹھ آٹھ سو صفحات کی دو جلدوں میں ہے جس میں متن شامل نہیں۔

۶۔ برہان الٰہی ترجمہ حجۃ اللہ از مولانا ابوالعلاء اسماعیل گودھری

مولانا اسماعیل گودھری نے حضرت شاہ ولی اللہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ مجھے مولانا ابوالکلام آزاد نے حجۃ اللہ کے (اردو) ترجمہ کی طرف توجہ دلائی تھی بعد میں مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا محمد منظور نعمانی جیسے علماء نے (جو فکر ولی اللہی کے دیدہ ور عالم اور حجۃ اللہ کے مطالب و مباحث کے ماہر تھے) بھی مولانا گودھری سے ترجمہ کے لیے اصرار کیا، مولانا گودھری نے ان فرمائشوں کی تعمیل میں یہ ترجمہ کیا ہے۔ مولانا اسماعیل نے پرانے ترجموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> ”اس کتاب کے اردو ترجمے پہلے بھی ہو چکے ہیں لیکن وہ ترجمے کیا ہیں ایک چیستان ہیں جن میں مغلق مقامات کو اور بھی زیادہ مغلق کر دیا گیا ہے، اکثر الفاظ مفردہ کا ترجمہ الفاظ مفردہ سے کیا گیا ہے اس سے مطلب کی وضاحت تو درکنار الجھاؤ بڑھ گیا ہے، ایسے مقامات کو جملوں اور سطروں سے واضح کرنے کی

ضرورت ہوتی ہے۔ تحت اللفظ یا تحت اللفظ جیسا ترجمہ اس کتاب کے شان کے خلاف ہے۔"(۴۲)

مولانا گودھری کا یہ ترجمہ بہ ظاہر ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۰ء) کے بعد مکمل ہوا ہے، اس کی پہلی اشاعت جو دو جلدوں پر مشتمل ہے شیخ غلام نبی اینڈ سنز، لاہور نے شائع کی تھی۔ اس پر سنہ طباعت و تالیف درج نہیں، اس اشاعت کی پہلی جلد ۵۲۸ صفحات اور جلد ثانی ۵۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بھی صرف ترجمہ ہے، اس میں بھی متن شامل نہیں، مگر مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری کی رائے یہ ہے کہ مولانا گودھری کا بعض مقامات کا ترجمہ درست نہیں، اس میں بھی ایسی ہی فروگذاشتیں ہیں جو اور اردو ترجموں میں ہیں۔

۷۔ ترجمہ از مولانا منظور الوحیدی

حجۃ اللہ کا آخری ترجمہ وہ ہے جو مولانا منظور الوحیدی نے کیا ہے، مترجم اس خدمت سے ۱۳۹۱ھ (۱۹۷۱ء) میں فارغ ہوئے تھے، یہ ترجمہ بھی دو جلدوں میں ہے، اس کے ساتھ متن بھی چھپا ہے اور اس کے متعلق مترجم نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نسخہ میں شامل متن کی حجۃ اللہ کی چار پانچ مطبوعہ نسخوں کی مدد سے تصحیح کی گئی ہے، پھر ترجمہ کیا گیا ہے۔

یہ ترجمہ بھی پہلی مرتبہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور نے شائع کیا تھا اس کی اشاعت ۱۹۷۹ء میں ہوئی تھی پہلا ایڈیشن دو جلدوں اور ایک ہزار اٹھارہ (۱۰۱۸) صفحات پر مشتمل ہے، یہ ترجمہ ہندوستان میں بھی چھپ گیا ہے۔

۸۔ ایک تازہ ترجمہ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری کا ہے، اس کا تعارف شروح کے ضمن میں آ رہا ہے۔

ناتمام ترجمے

حجۃ اللہ کے ان ترجموں کا ذکر ہوچکا جو حجۃ اللہ کے مکمل متن کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ چند ترجمے ایسے بھی ہیں جو کسی وجہ سے مکمل نہ ہوسکے۔ ایسا ایک اہم ترجمہ محمد بشیر صاحب کا ہے، یہ ترجمہ جس میں مختصر تشریحات و حواشی بھی ہیں کا ذکر مولانا عبدالحق حقانی کے مقدمہ میں معراج محمد بارق صاحب نے کیا ہے۔(۴۳) نامور عالم مولانا محمد داؤد

غزنوی نے حجۃ اللہ کے باب شرک کی اردو میں شرح لکھی تھی جو ''حقیقت شرک'' کے نام سے طبع ہوئی تھی۔

تلخیص حجۃ اللہ

حجۃ اللہ کا اردو میں ایک خلاصہ بھی چھپا ہے، یہ تلخیص سید رضی الدین احمد صاحب فخری نے مرتب فرمائی ہے۔ سید صاحب پاکستان کے ایک شیخ طریقت ہیں، اس تلخیص پر مولانا حبیب اللہ مختار (شہید) کا مقدمہ بھی ہے، یہ تلخیص ۱۴۱۶ھ (۱۹۹۶ء) میں کراچی سے چھپی تھی، بعد میں اسی اشاعت کا عکس دہلی سے بھی چھپ گیا ہے۔

شروح

ا۔ شرح از مولانا عبیداللہ سندھی

اردو میں تراجم و تلخیصات کے علاوہ حجۃ اللہ کی کم سے کم دو شرحیں بھی ہیں، پہلی شرح جو مختصر ہے مولانا عبیداللہ سندھی کی یادگار ہے، یہ شرح اصل میں مولانا کے حجۃ اللہ کے متعلق افادات کا ایک مجموعہ ہے جو مولانا کے کسی نیازمند نے مرتب کیا ہے، مگر اس پر مرتب کا نام موجود نہیں۔

مولانا سندھی کے حجۃ اللہ کے متعلق افادات متعدد اصحاب نے مختلف اوقات میں جمع اور قلم بند کیے تھے جس میں ایک مجموعہ افادات، جس کو عمدہ شرح کہنا چاہیے (تعارف گزر گیا ہے) اسی طرح کا افادات کا ایک اور مجموعہ سندھ یونیورسٹی جام شورو کے شعبہ مخطوطات میں موجود ہے[۴۴] اور اسی سلسلہ کی ایک کڑی یا شاید نسخہ جام شورو کی نقل یہ مجموعہ ہے جس کو شرح کے نام سے شائع کیا گیا ہے، مگر اس کو شرح کہنا مشکل ہے۔ اس شرح کا جو نسخہ راقم کے سامنے ہے اس کو دیکھ کر تو یہ خیال ہوتا ہے کہ غالباً مولانا کے افادات کو ہمارے دور کے کسی فاضل نے (جو مغربی افکار سے خاصے متاثر ہیں) شرح کی صورت میں مرتب کر دیا ہے، اس پر جو حاشیے لکھے گئے ہیں وہ تو بالکل ہی نئے ہیں اور تازہ معلومات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ دوسرے اس شرح سے اگرچہ حضرت شاہ صاحب کے بعض نظریات اور علوم کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے مگر کامل مفہوم کا ادراک مشکل ہے، بہرحال یہ شرح

حجۃ اللہ اردو درمیانی پیائش ۸/۲۰-۱۸ کے سوا دو سو صفحات پر مشتمل ہے، نومبر ۱۹۹۶ء میں لاہور سے چھپی ہے۔

۲۔ مولانا سندھی کی ایک اور شرح

مولانا سندھی کے افادات پر مبنی حجۃ اللہ کی ایک اور شرح سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور سے تقریباً ۱۹۵۳ء میں چھپی تھی، یہ نسخہ مجھے نہیں ملا اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں یا علیحدہ علیحدہ بہ ظاہر وہ مستقل کتاب ہے۔ کیوں کہ اس تازہ اشاعت میں قدیم اشاعت کا ذکر بلکہ حوالہ یا اشارہ بھی نہیں۔

۳۔ حجۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ از مولانا مفتی سعید احمد پالنپوری

حجۃ اللہ کی ایک مفصل اور جامع شرح دارالعلوم دیوبند کے نامور استاد اور مشہور عالم مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نے لکھی ہے جس کا نام ''رحمۃ اللہ الواسعہ'' رکھا ہے۔ اس شرح میں سب سے پہلے تصحیح متن کی کوشش کی گئی ہے۔ حل لغات ہے، ضروری نحوی ترکیب اور ضمیروں کے مرجع واضح کیے گئے ہیں، پھر ترجمہ ہے، اس کے بعد اس کی مفصل شرح کی گئی ہے۔ مقصد اول کی شرح مکمل ہو گئی ہے جو کمپوز ہو کر بڑے سائز کے پندرہ سو صفحات پر آئی ہے، مقصد ثانی کی شرح پر کام ہو رہا ہے۔ جو امید ہے کہ ایک ہزار صفحات میں مکمل ہوگی، مولانا کا اس پر سو ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل مفصل مقدمہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ ان شاء اللہ اس شرح کی جلد اوّل کا نصف اول جو آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے اشاعت کے لیے تیار ہے، مکمل شرح دو ڈھائی سال میں مکمل ہو کر شائع ہو جائے گی۔

حجۃ اللہ کا فارسی میں بھی غالباً ایک ترجمہ ہوا ہے اور کم سے کم چار ترجمے انگریزی میں کیے گئے جن میں سے دو مکمل ہو گئے تھے، ایک ترجمہ وہ جو مولانا عبیداللہ سندھی نے کرایا تھا اور اس کا تقریباً ایک تہائی حصہ شائع بھی ہوگیا تھا، دوسرا جو محمود حسین خاں رام پوری نے کیا اور پروفیسر حبیب اللہ غضنفر امروہوی (کراچی نے) ڈاکٹر سیّد معین الحق کی فرمائش پر اس کی نظرثانی فرمائی تھی، ان کے علاوہ سیاسیات و عمرانیات کے موضوعات سے متعلق مباحث کا ایک نیا ترجمہ ڈاکٹر محمد غزالی نے اپنی کتاب: **Socio-Political**

میں شامل کیا ہے. جو اسلام آباد پاکستان سے Thought of Shah Wali Allah
چھپا ہے مگر ان ترجموں کا ذکر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

حواشی

۱۔ اس نسخہ کا مکمل فوٹو اسٹیٹ دارالعلوم دیوبند کے نامور و ممتاز عالم اور محدث و مدرس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کے نسخہ ذاتی میں ہے جو راقم السطور کو مولانا مدظلہ کی خاص عنایت سے دیکھنے کو ملا، یہاں یہ اطلاع ضروری اور مفید ہوگی کہ مولانا پالن پوری حجۃ اللہ البالغہ کی شرح لکھ رہے ہیں، مولانا نے حجۃ اللہ کے صحیح متن کی تحقیق کے لیے (تقریباً پینتالیس ہزار روپے خرچ کر کے) حجۃ اللہ کے تین قلمی نسخوں کے مائیکروفلم یا فوٹو اسٹیٹ فراہم کیے ہیں۔ نیز اس نسخہ کا مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی نے مقدمہ ''التفہیمات الالٰہیہ'' میں مختصر تعارف کرایا ہے۔ ''التفہیمات الالٰہیہ'' مقدمہ ص ۱۸-۱۹، ج۱۔ (حیدر آباد سندھ:۱۳۹۰ھ)

۲۔ اس نسخہ کی تفصیلات مجھے نہیں ملیں۔ اس کا بھی مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی نے ذکر کیا ہے۔ مقدمہ ''التفہیمات الالٰہیہ'' ص ۱۹، ج۱۔

۳۔ ''مولانا عبیداللہ سندھی کی خدمت میں چند روز'' مضمون از مولانا زاہد الحسینی صاحب ماہ نامہ الولی، حیدر آباد (سندھ)، ''مولانا عبیداللہ سندھی نمبر'' شمارہ اگست-ستمبر ۱۹۹۴ء، ص ۹۰۔ نیز ملاحظہ ہو الشمس البازغہ شرح حجۃ اللہ البالغہ۔ قلمی

۴۔ اس نسخہ کا خدا بخش لائبریری، پٹنہ کی فہرستوں کے علاوہ لائبریری کے قائم مقام لائبریرین جناب سلیم الدین صاحب کے مضمون: ''شاہ ولی اللہ کے مخطوطات خدابخش لائبریری میں'' بھی ذکر ہے۔ خدا بخش لائبریری جرنل۔

۵۔ اس نسخہ کا ڈاکٹر زبید احمد صاحب نے بھی ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو: ''عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ'' ترجمہ شاہد حسین رزاقی، ص۲۸۶، (لاہور:۱۹۷۳ء)

۶۔ ملاحظہ ہو: ''دہلی کی درگاہ شاہ ابوالخیر کے مخطوطات کی فہرست'' مرتبہ شائستہ خاں، ص۱۲، (پٹنہ: ۱۹۹۶ء)۔

۷۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے اس نسخہ پر لکھا ہے:

''ورويناه عن الشيخ عبدالستار بن عبدالوهاب الدهلوى المكى، عن الشيخة الصالحة

خدیجه بنت الصدر الحمید مولانا محمد اسحاق". (کتبه عبدالله بن الاسلام)

۸۔ مولانا امیر حیدر کے تعارف کے لیے ملاحظہ ہو: "نزھۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحیٔ حسنی، ص ۸۱، ج ۷ (حیدر آباد، دکن: ۱۳۷۸ھ)

۹۔ تذکرہ حضرت شاہ عبدالعزیز، محدث دہلوی۔ ص ۱۹۳، ۱۹۵ (لکھنؤ: ۱۹۹۲ء)

۱۰۔ فہرست مخطوطات دارالعلوم، دیوبند۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفیرالدین صاحب دو جلدیں (دیوبند: ۱۳۹۳ھ۔ ۱۹۷۳ء)

۱۱۔ "عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ" ترجمہ شاہد حسین رزاقی، ص ۲۸۶ نیز ص ۳۳۶ (لاہور: ۱۹۷۳ء)

۱۲۔ مقدمہ التفہیمات الالٰہیہ، ص ۱۹، ج ۱۔ (حیدر آباد، سندھ: ۱۳۹۰ھ)

۱۳۔ ملاحظہ ہو: فہرست کتب خانہ خدیو مصر، مرتبہ حسنین محمد، ص ۲۱۹ جلد اول (طبع اول، مصر: ۱۳۰۱ھ)

۱۴۔ فہرست کتب خانہ ریاست رام پور، مرتبہ حکیم محمد اجمل خاں، ص ۳۳۴، ج ۱ (رام پور: ۱۹۰۲ء)

۱۵۔ فہرست کتب خانہ رام پور، مرتبہ احمد علی خاں شوق (رام پور: ۱۹۲۸ء) وغیرہ۔ نیز راقم السطور نے زیر نظر صفحات کی ترتیب کے دوران رضا لائبریری رام پور کے ذمہ داران سے رابطہ کر کے اطمینان کر لیا ہے کہ رضا لائبریری میں حجۃ اللہ کا قلمی نسخہ موجود نہیں ہے۔

۱۶۔ منشی نعیم الدین اور منشی امین الدین پنجاب (موجودہ ہریانہ انڈیا) کے رہنے والے تھے۔ کلکتہ میں وسیع کاروبار تھا اور کلکتہ کے ممتاز دولت مندوں اور بڑے تاجروں میں گنے جاتے تھے، حضرت سید احمد شہید کے سفرِ حج کے موقع پر سید صاحب کے متعلق مفصل خط و کتابت بھی کی تھی۔ یہ خطوط بھی محفوظ ہیں۔

۱۷۔ مکتوب منشی نعیم الدین صاحب، بنام حضرت شاہ عبدالعزیز، مندرجہ مجموعہ تحریرات و فتاویٰ و رسائل و مولفات حضرت شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز و برادران شاہ عبدالعزیز و شاہ محمد اسماعیل، مولانا عبدالحیٔ (رحمہم اللہ تعالیٰ) وغیرہ۔ مکتوبہ و مرتبہ کریم اللہ بن خلیل اللہ ڈار کشمیری، مکتوبہ ۱۲۴۱ھ ص ۴۸۵۔ یہ مجموعہ فل اسکیپ سائز کے تقریباً چھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی مکمل اور صاف فوٹوسٹیٹ راقم کے پاس ہے۔ یہاں یہ بھی عرض کر دینا چاہیے کہ یہ کریم اللہ حضرت شاہ محمد اسحاق کے زرخرید تھے۔ انہوں نے حضرت محمد اسحاق کی کنیز بلکہ ام ولد کا دودھ بھی پیا تھا، اس طرح شاہ محمد اسحاق

کے رضاعی بیٹے ہوئے اور اس خط کا جواب حضرت شاہ عبدالعزیز کے ارشاد کے مطابق شاہ محمد اسحاق نے لکھا تھا۔

۱۸۔ بیاض مولانا رشید الدین خاں کشمیری، دہلوی (یعنی مجموعہ مکتوبات و تحریرات وغیرہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ و حضرت شاہ عبدالعزیز وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ) مرتبہ و مکتوبہ مولانا رشید الدین خاں (وفات محرم ۱۲۴۳ھ) ورق ۲۹ ب، (فوٹو اسٹیٹ مملوکہ راقم السطور)

۱۹۔ مولانا محمد احسن نانوتوی اور ان کے مطبع صدیقی بریلی کے تعارف اور خدمات کے لیے دیکھیے: مولانا محمد احسن نانوتوی۔ از ڈاکٹر محمد ایوب قادری۔ (کراچی: ۱۹۶۶ء)

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ مولانا منشی جمال الدین بن وحید الدین صدیقی کتانوی، (کتانہ ضلع میرٹھ میں دہلی سہارنپور روڈ پر ایک چھوٹی سی بستی ہے، جو پاکستان کے موجودہ فوجی سربراہ جنرل پرویز مشرف کا آبائی وطن بھی ہے)۔

۱۲۱۷ھ (۳-۱۸۰۲ء) میں ولادت ہوئی۔ دہلی میں مولانا مملوک العلی، مولانا شاہ محمد یعقوب اور مولانا شاہ محمد اسحاق سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز اور ان کے برادران گرامی سے کثیر استفادہ کیا۔

بیگم بھوپال، نواب سکندر جہاں بیگم نے مولانا سے نکاح کر لیا تھا۔ مولانا نے علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت کے لیے بہت خدمات انجام دیں، منشی جی کی کوشش و توجہ سے ہندوستان میں قرآن کریم، تفاسیر اور حدیث شریف کی شروحات کی اشاعت میں غیر معمولی مدد ملی۔ تذکرہ نگار منشی جی کے محامد و کمالات کے تذکرہ میں رطب اللسان ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ سنہ ۱۲۹۹ھ میں بھوپال میں وفات پائی۔

مزید معلومات کے لیے: نزھۃ الخواطر، ص ۱۲۲-۱۲۳، ج۷۔ (حیدر آباد: ۱۳۷۸ھ)

۲۲۔ تعارف کے لیے نزھۃ الخواطر ص ۳۹-۴۰، ج۷

۲۳۔ نزھۃ الخواطر، ص ۱۹۹-۲۰۰، ج۷

۲۴۔ ایضاً ص ۱۸۸-۱۸۹، ج۷

۲۵۔ ایضاً، ص۳۹-۴۰، ج۸ (حیدر آباد: ۱۳۹۰ھ)

۲۶۔ حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۴۳، (طبع اول، بریلی: ۱۲۸۶ھ)

۲۷۔ حجۃ اللہ البالغہ، حاشیہ ص ۱۴۵، طبع اول

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ مثلاً ملاحظہ ہو: "باب اذکار الصلوۃ و ھیأتھا المندوبۃ الیھا" کے تحت کنقدالدیک پر مولانا محمد احسن کا حاشیہ، حجۃ اللہ ص ۱۲۰۵ (طبع اول مطبع صدیقی، بریلی: ۱۲۸۶ھ)

۳۱۔ حجۃ اللہ، حاشیہ، ص ۱۴۵ (طبع اول: ۱۲۸۶ھ)

۳۲۔ ایضاً، ص ۱۶۷

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ ایضاً، ص ۳۸۴

۳۵۔ ایضاً، ص ۳۸۵

۳۶۔ تراجم علمائے حدیث، ہند۔ مولفہ مولانا ابو یحییٰ امام خاں، نوشہروی، ص ۳۷۹-۳۸۰، (طبع اول: دہلی: ۱۳۵۶ھ)۔ نیز ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، مولانا ابو یحییٰ امام خاں، ص ۵۰۔

۳۷۔ مولانا محمد حسین بن محمد اسماعیل بنتی، دہلوی، ۱۲۴۳ھ (۲۸-۱۸۲۷ء) میں چیچہ وطنی میں پیدا ہوئے۔

مولانا سید محبوب علی جعفری اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، شعر و ادب میں ابراہیم ذوق سے استفادہ کیا اور حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی سلوک و معرفت میں استفادہ کیا۔ سنہ ۱۲۹۴ھ میں ترکی کا سفر کیا۔ شاذلی سلسلہ کے شیخ سید محمد ظافر شاذلی کی خدمت میں دو سال حاضر رہے اور استفادہ کیا، متعدد تالیفات علمی یادگار ہیں۔ ۲۲ رمضان ۱۳۲۴ھ (۱۰ نومبر ۱۹۰۶ء) کو وفات ہوئی۔ ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر ص ۴۲۳، ج ۸۔

۳۸۔ شیخ ابراہیم دسوقی کے مختصر تعارف کے لیے دیکھیے: الاعلام خیر الدین الزرکلی، ص ۴۸، ج ا (طبعہ رابعہ، بیروت: ۱۹۷۹ء)

۳۹۔ الشمس البازغہ شرح حجۃ اللہ البالغہ قلمی۔ مرتبہ و مکتوبہ عبداللہ بن نہال و محمد صدیق سہارنپوری، سنہ ۱۳۵۳ھ (۱۹۴۰ء)، باب المقامات و الاحوال، ص ۷۸۔ نسخہ مملوک مولانا عبدالقدیر صاحب چشتیاں (پاکستان) فوٹو اسٹیٹ در ذخیرہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری۔

۴۰۔ ''مولانا عبیداللہ سندھی کی خدمت میں چند روز'' مضمون مولانا زاہد الحسینی صاحب، ماہ نامہ الولی حیدر آباد، سندھ۔ مولانا عبیداللہ سندھی نمبر۔ ص ۹۰، اگست-ستمبر ۱۹۹۴ء۔

۴۱۔ مولانا عماد الدین بن شیخ محمد حسین، انصاری، سنہ ۱۳۰۱ھ میں شیر کوٹ ضلع بجنور میں تولد ہوئے۔ دیوبند میں تعلیم حاصل کی، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے تھے، دارالعلوم میں مدرس رہے۔ عربی اردو میں چھتیس کتابوں کے مصنف تھے۔ عرصہ دراز تک مطبع قاسمی دیوبند کے مہتمم اور ماہ نامہ القاسم کے عملاً مدیر رہے۔ جالندھر میں کتب خانہ انصاریہ کے نام سے اعلیٰ درجہ کا طباعتی اشاعتی ادارہ قائم کیا، سنہ ۱۹۴۷ء کے بعد پشاور چلے گئے تھے، وہیں وفات ہوئی۔ نیز ملاحظہ ہو: علماء العرب فی شبہ القارۃ السندیہ، یونس شیخ السامرائی، ص ۸۵۱۔ (بغداد: ۱۹۸۶ء)

۴۲۔ برہان الٰہی، مولانا ابو العلاء گوجروی، مقدمہ، ص ۲۳، ج ۱۔ طبع اوّل، لاہور۔

۴۳۔ مقدمہ، ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ، مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی از معراج محمد بارق صاحب، ص ۱۴، ج ۱۔ قاموس الکتب (اردو) بابائے اردو، مولوی عبدالحق، ص ۳۰۸، ۴۳ ص ۲۵۳، ج ۱، کراچی، نور محمد، کراچی: میں بھی اس کا ذکر ہے۔

۴۴۔ متفرق مخطوطات جامعہ سندھ، مجلہ تحقیق (شعبہ اردو، جامعہ سندھ، جام شورو، حیدر آباد)، شمارہ نمبر ۴ (۱۹۹۰ء)، ص ۲۴۴

☆☆☆☆